فکر و نظر---- اسلام آباد　　　　جلد:۳۸　　　　شمارہ:۳

وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی

ڈاکٹر احمد خان ☆

علامہ محمد اقبال (متوفی ۱۹۳۸ء) نے اپنے قیام یورپ کے دوران مسلمانوں کی متاع بے بہا، جو بصورت مخطوطات وہاں کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے، دیکھی تو حسرت بھرے لہجے میں پکار اٹھے(1):

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

یہ علم کے موتی وہاں کیسے پہنچے یا کس طرح وہاں پہنچائے گئے یہ ایک روح فرسا موضوع ہے، اس پر جس قدر افسوس کیا جائے، کم ہے۔ ذیل کی سطور میں یہ سُراغ لگانے کی کوشش کی گئی ہے، کہ اس متاع بے بہا سے ہم کیونکر محروم ہوئے، غیروں نے کس طرح ان کی حفاظت و استفادہ کیا،اور علم کی دولت سے مالا مال ہوگئے۔

-- ۱ --

اسلامی مخطوطات سے مراد وہ کتابیں اور تالیفات ہیں جو مسلمانوں نے مختلف علوم و فنون میں لکھیں، نقل کیں یا ترجمہ کیں۔ یہ سلسلہ پہلی صدی ہجری سے شروع ہوا اور تقریباً ۱۲ ویں صدی ہجری کے آخر تک جاری رہا۔ یہ مخطوطات ہاتھ سے کاغذ پر، یا چمڑے پر، پیپرس پر یا دیگر میٹریل مثلاً پتوں پر، ایک نسخہ یا کسی ایک کتاب کے کئی نسخوں کی صورت میں لکھے گئے، جن میں بے حد خوبصورت بھی تھے اور بد خط بھی، ان میں کچھ نہایت عمدہ تحریر والے اور بے حد نفیس تصاویر والے بھی ملتے ہیں۔ اور ایسے بدخط بھی جنہیں اب پڑھنا بھی محال ہے۔

☆ مرکز حمایۃ المخطوطات العربیہ، ۳۲۳- شہزاد ٹاؤن، اسلام آباد۔

بلاشبہ مسلمانوں نے ایک ایسا عظیم فکری ورثہ چھوڑا ہے جس کی مثال دنیا کی دیگر اقوام کے ہاں ملنا محال ہے۔ یہ فخر سب سے زیادہ عربی زبان کو حاصل ہے کہ قرآن و حدیث کی زبان ہونے کے ناطے مسلمانوں نے اسے اپنے افکار و خیالات کا ذریعہ (Vehicle) بنایا۔ اس ورثہ میں امت مسلمہ نے دنیا کے جملہ علوم فلسفہ، ادب، سائنس غرضیکہ زندگی کے تقریباً سبھی مظاہر سے متعلقہ علوم و فنون کے میدانوں میں اَشہب قلم دوڑایا ہے۔

اتنا بڑا ضخیم اور پوری دنیا پر بکھرا ہوا یہ علمی ورثہ صد افسوس کہ مکمل صورت میں نہیں بچا بلکہ اس کا کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے، جبکہ ایک معتدبہ حصّہ چودہ صدیوں کے طویل عرصہ میں کئی مصائب و آفات کی نذر ہوگیا ہے۔ صلیبی جنگوں، منگولوں کے حملوں، اندلس سے مسلمانوں کے اخراج اور ملوک و شہزادوں کی باہمی چپقلشوں نے بہت سا حصہ ضائع کر دیا۔ آگ اور سیلاب کے علاوہ کتاب کے دشمن کیڑوں نے بھی اسے اپنی خوراک بنا کر ضائع کر دیا۔

حوادثات زمانہ سے جو کچھ محفوظ رہا اس کی بھی کماحقہ حفاظت نہ کی گئی، اور ایک قابلِ قدر حصہ چوری، غفلت، جہالت اور لالچ کے سبب غیروں کے ہتھے چڑھ گیا۔

اگر مسلمانوں کے مخطوطات جمع کر کے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور دوسرے پلڑے میں اس ربع عالم کی باقی تمام اقوام و ملل کے مخطوطات مجموعی صورت میں رکھے جائیں تو مسلمانوں کا پلڑا ان سے دس گنا بھاری ہوگا۔

یہ علم کے موتی کوئی ماہ و سال میں ہم سے جدا نہیں ہوئے بلکہ ان پر صدیاں لگی ہیں۔ قرون وسطیٰ سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس عرصہ میں کئی مصائب، چھینا جھپٹی، جنگیں، آگ، سیلاب، زلزلے، ذاتی تباہ و بربادیاں، ان جملہ تباہ کن حوادث نے مخطوطات کا ایک اچھا خاصا حصہ ضائع کر دیا ہے۔ اندازہ ہے کہ صرف دسواں یا آٹھواں حصہ باقی ہے،[۲] جبکہ زیادہ حصہ ختم ہوگیا ہے۔ ان ضائع شدہ مخطوطات میں ایسی کتابیں بھی تھیں جن کا ذکر ہمیں مختلف کتابوں میں ملتا ہے، مگر ان کا وجود اب ختم ہو چکا ہے۔ ہم روزانہ فہرست ابن الندیم، کشف الظنون اور ھدیۃ العارفین جیسے مجموعہ ہائے کتب کو دیکھنے

کے دوران ان کا ذکر دیکھ کر حسرت بھرے کلمات کہتے اور سنتے رہتے ہیں۔

صرف ان تینوں مذکورہ بالا کتب ہی کو دیکھا جائے تو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ ہمارے اسلاف میں سے ایک ایک نے کس قدر تالیفات چھوڑیں جو سینکڑوں تک پہنچتی ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں یہ بحث شامل نہیں کہ ہمارے اسلاف کس قدر کثیر التصانیف تھے، صرف تفاسیر کے ضمن میں دیکھا جائے تو کئی مفسرین کرام نے سو سو سے متجاوز جلدیں رقم فرمائیں مگر ستم ظریفی کی انتہا کہ اکثر کا اس وقت کتب خانوں میں نشان بھی موجود نہیں، کہیں کوئی ایک جلد یا جز نظر آ جائے تو غنیمت۔

اس علمی ورثہ سے محرومی کے مراحل پر ایک طائرانہ نگاہ کے لیے چند سطور ملاحظہ ہوں۔ اس تباہی و بربادی کا ذکر اپنے ایک دوسرے مقالہ میں تفصیلاً پیش کر چکا ہوں:[۳]

۱۔ ساتویں صدی ہجری کے عین وسط میں ایشیا کے شمال سے منگولوں کا ایک ہمہ گیر بربادی والا سیلاب اٹھا، دیکھتے دیکھتے وسط ایشیا کو لے ڈوبا، پھر بغداد تک پہنچا۔ اس سیلاب نے دوسرے نقصان کے علاوہ سینکڑوں نہیں ہزاروں خزائن، کتاب خانے ختم کر دیئے۔ اس حملے نے پوری اسلامی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہر ایک کو اس تباہی نے ششدر کر دیا۔ کہتے ہیں ہلاکو خان کا لشکر سردیوں میں آگ تاپنے کے لیے ان جواہر پاروں کو پتوں کی طرح جلاتے تھے، اور یہ کہ دجلہ میں اتنی کتابیں پھینکی گئیں کہ اس کا پانی سیاہ ہوگیا، یہ واقعہ تو زبان زد خاص و عام ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس نے بغداد پر حملہ کے وقت دجلہ میں صرف کتابیں ڈال کر تین جگہ سے اسے پار کیا تھا۔[۴] ممکن ہے ان اطلاعات میں کچھ مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہو، مگر اس طرح کے فعل شنیع اس وقت کے حملہ آوروں سے غیر متوقع نہیں ہیں۔

۲۔ نویں صدی ہجری/پندرہویں صدی عیسوی کی ابتداء ہی تیمورلنگ نے مسلمان ممالک میں تباہی و بربادی سے کی۔ اس کے حملوں سے وسط ایشیا اور مشرق وسطی کے بیشتر ممالک تباہی و بربادی سے دوچار ہوئے۔ لاکھوں کتابیں جلا کر راکھ کی گئیں۔

۳۔ صلیبی جنگوں نے جو دو صدیوں (۱۰۹۶ء۔ ۱۲۹۱ء) سے زائد عرصے پر محیط ہیں، ان میں اسلامی بلکہ عرب ممالک سب سے زیادہ نشانہ بنے۔ کیا کوئی بھول سکتا ہے کہ صلیبی جب طرابلس پر سن ۵۰۳ھ/۱۱۰۹ء میں قابض ہوئے تو انہوں نے وہاں موجود ایک نادر کتب خانے کا کیا حشر کیا تھا۔ اس میں سے جو کچھ صلیبیوں کے ہاتھ لگا وہ اٹھا کر لے گئے، اور جو نہ اٹھا کر لے جا سکے اسے جلا کر بھسم کر دیا۔(۵)

۴۔ اندلس سے سن ۱۴۹۴ء میں مسلمانوں کا اخراج اور اس پر عیسائیوں کے قبضہ کے وقت لاکھوں کتابیں جلائی گئیں۔ سقوط غرناطہ کے وقت غرناطہ کے بڑے میدان جو باب الرملہ کے نزدیک تھا اس میں ایک حکم کے تحت کتابیں اکٹھی کی گئیں اور پھر انہیں جلا کر راکھ کر دیا گیا۔(۶) ان کے علاوہ مسلمانوں کے اخراج کے بعد مقامی حکومت نے ان کتابوں کو ظاہر نہ کرنے کے قوانین بنائے، جس کے نتیجے میں یقیناً کچھ کتابیں ملحقہ ممالک میں پہنچا دی گئیں۔ علاوہ بریں اخراج کے بعد رہ جانے والی کتابیں ادھر ادھر چھپا دی گئیں یا جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ کہا جاتا ہے جو کتابیں اس سانحہ میں تباہ ہوئیں ان کی تعداد اسی ہزار سے زیادہ تھی۔(۷)

۵۔ مسلمانوں کی اپنی باہمی چپقلشیں، تعصبات، عوام کی جہالت، اندرونی جنگیں اور لوگوں کی خصومتیں بیشتر کتابوں کی بربادی کا سبب بنیں۔ بعض علماء و فلاسفہ کی کتب کے ساتھ معاندانہ رویہ روا رکھا گیا۔ جیسے ابن حزم، ابن رشد، الغزالی اور اُبو حیان التوحیدی وغیرہ کی کتب کے ساتھ کیا گیا۔

۶۔ تقسیم پاک و ہند میں انتقال آبادی کے نتیجے میں اتنے کتب خانے اور لوگوں کے ذاتی مجموعہ ہائے کتب ضائع ہوئے کہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ایک اچھی خاصی مقدار مخطوطات کی تھی، جن پر ہم اکثر کفِ افسوس ملتے رہتے ہیں۔

۷۔ کئی کتابیں آگ، سیلاب اور قدرتی آفات کے نتیجے میں ضائع ہوئیں، ایسے واقعات، تاریخ اور علماء کی سوانح سے متعلق کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ فیلپ طرازی کی کتاب ''خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین'' کے تینوں اجزاء

میں ایسے واقعات جا بجا نظر آتے ہیں۔

۸۔ ان سب میں سے حسین اور کسی حد تک اچھی "مصیبت" یہ نازل ہوئی کہ ان آخری چار صدیوں میں مخطوطات کا عمدہ بلکہ گراں قدر حصہ یورپ اور امریکہ میں مختلف طریقوں سے منتقل ہوگیا، یا کر دیا گیا۔

-- ۲ --

مذکورہ بالا آفات سے بچے ہوئے مخطوطات کی مقدار کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا بہت دشوار ہے، کیونکہ جو معلوم ہے، اس کے کچھ حصے کو گنا جا سکا ہے اور نہ فہرست بنی ہے، جبکہ ایک حصہ ابھی تک گوشہ گمنامی میں پڑا ہے۔ آئے روز کسی نہ کسی جگہ سے ایسے مجموعات کا علم ہوتا رہتا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں کئی ایسے عظیم مجموعہ ہائے خطی کا علم ہوا ہے جیسے یمن میں ایک مسجد کی چھت گرنے سے قرآن کریم کے علاوہ کئی مخطوطات اس جگہ سے نکلے۔(۸) ہمارے اپنے ملک میں کئی ایسے مقامات موجود ہیں، جن کے بارے میں ہمیں وقتاً فوقتاً علم ہوتا رہتا ہے۔

اس باقی ماندہ حصے کی مقدار کا اندازہ اس سے متعلق حضرات نے اپنی حد تک لگانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنے ذاتی تجربات اور موجودہ معلومات کی بناء پر ایک حد تک تخمینہ سے کام لیا ہے، مگر اس میں صحت کا پہلو نمایاں ہے مخطوطات سے ایک طویل عرصہ تک تعلق رکھنے والے ڈاکٹر صلاح الدین المنجد مرحوم کے اندازے کے مطابق اس وقت دنیا بھر کے کتب خانوں میں تین ملین عربی مخطوطات موجود ہیں۔(۹) یہ اندازہ کرنے والی بہت ہی اہم درجے کی شخصیت ہے، جس کی پوری زندگی نہ صرف مخطوطات میں گم رہی بلکہ اس میدان کے بڑے بڑے مناصب پر فائز بھی رہی، اور اسے جملہ سہولیات بھی میسر رہیں، جامعۃ الدول العربیۃ (قاہرہ) میں معہد المخطوطات العربیۃ کے ایک عرصہ تک ڈائریکٹر رہے۔ تقریباً ساری عمر اسی دشت کی سیرگاہی میں گزری، خود ایک عالم، کئی فہارس کے تدوین کرنے والے اور مخطوطات کے ماہر گردانے جاتے تھے۔ ان کا یہ اندازہ کافی تک حد تک صحیح ہے۔ ان کے بعد دیگر حضرات نے بھی اندازے لگائے جن میں ڈاکٹر سامی خلف الحمارنہ کے مطابق اس وقت دو ملین سے زیادہ مخطوطات ہیں۔(۱۰) جبکہ ڈاکٹر عبداللہ الجبوری نے ساڑھے

تین ملین خطی نسخے اس وقت عالم میں موجود بتائے ہیں۔[۱۱] علاوہ بریں چھ سات ملین مخطوطات بھی بتاتے ہیں۔[۱۲] نبیلہ عبدالمنعم نے ان خطی نسخوں کی تعداد چار سے پانچ ملین تک قائم کی ہے۔[۱۳]

یہ خطی ورثہ اب اسلامی ممالک کے بڑے بڑے کتب خانوں، شخصی مجموعات اور جامعات میں جمع ہے۔ جبکہ ایک معتدبہ حصہ مختلف طریقوں اور ذرائع سے یورپی و امریکی ممالک میں منتقل ہو چکا ہے۔

ان موجودہ مخطوطات کی جرمن مستشرق کارل بروکلمان نے اپنی کتاب (Geschichte der Arabischen Litteratur) کی پانچ جلدوں اور ترکی سکالر فواد سیزگین نے (Geschichte der Arabischen Schrifttums) کی دس جلدوں میں احاطہ کرنے کی سعی کی ہے جو کسی طرح مکمل نہیں ہے۔ یہ خیال رہے کہ موخر الذکر کتاب ابھی صرف ابتدائی چار ہجری صدیوں سے متعلق ہے۔

اسلامی علاقوں میں موجود یہودیوں اور عیسائیوں نے جو کچھ عربی زبان میں مدون کیا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔[۱۴]

ان مخطوطات کے اصل وارث تو مسلمان ہیں جن کے اباؤ اجداد کے یہ افکار و خیالات ہیں۔ جنہوں نے ان کو وجود میں لانے کے لیے زندگیاں کھپا دی تھیں۔مگر بے حد افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کے اخلاف کی غفلت اور نالائقی سے اس متاع بے بہا پر قبضہ غیروں نے کر لیا ہے، مگر یہ بھی خیال رہے کہ علم صرف حاصل کرنے والے کی ہی میراث ہوتا ہے۔

ایک دوسرے نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اس ورثے کے حق میں بہتر ہی ہوا ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کے ہم اہل نہیں رہے تھے، تبھی وہ ہماری دسترس سے باہر ہوگیا۔ اب وہ جن ہاتھوں میں ہے، وہ اس کی نہ صرف بہتر حفاظت کر رہے ہیں بلکہ اس سے استفادہ بھی کماحقہ کیا جا رہا ہے۔

الغرض اتنی بڑی مقدار میں مسلمانوں کے مخطوطات کی حفاظت، فہرس سازی، استفادہ اور دیگر متعلقہ اُمور ایک اتنا بڑا کام ہے جس سے عہدہ براء ہونا غیر ممکن نہیں تو

مشکل ضرور ہے۔

--۳--

کوئی سولہویں صدی عیسوی سے مستشرقین اسلامی دنیا کے مخطوطات سے متعلق چلے آ رہے ہیں۔ اس عرصہ میں انہیں جمع کرنے، ن کی فہارس بنانے اور انہیں علمی تحقیق کے ذریعے شائع کرنے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ہم ان مخطوطات کا حساب بآسانی لگا سکتے ہیں جو یورپی و امریکی ممالک میں موجود ہیں، کیونکہ ان کی طرف مکمل دھیان کے علاوہ حفاظت کی پوری توجہ موجود ہے۔ مگر اب بھی کچھ کتب خانے ایسے ہیں جن میں موجود مخطوطات کی مکمل فہرست سازی نہیں ہو سکی جیسے لائبریری آف کانگرس میں موجود جملہ مخطوطات جو کوئی ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ ہیں، پورے کے پورے فہرست میں نہیں آ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مخطوطات کی مقدار سے متعلق صحیح اعداد و شمار ابھی تک سامنے نہیں آئے۔

عراقی عالم کورکیس عواد کے اندازے کے مطابق یورپی ممالک اور شمالی امریکہ میں ساٹھ ہزار سے کم مخطوطات نہ ہوں گے۔(۱۵)

پیئرسن (J.D.Pearson) نے جو حساب لگایا ہے وہ اس سے زیادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یورپی ممالک اور شمالی امریکہ میں ایک لاکھ کے لگ بھگ عربی مخطوطات ہیں۔(۱۶)

سن ۱۹۸۲ء میں روسی مستشرق میخائلووا اور اس کے دوست خالدوف نے پوری دنیا کے عربی مخطوطات کی فہارس کی ببلیوگرافی بتاتے وقت حساب لگایا تو انہیں پتہ چلا کہ کوئی ڈیڑھ لاکھ کے قریب مخطوطات یورپی ممالک میں موجود ہیں۔(۱۷) مگر ان کا یہ سروے حدس وتخمین سے خارج نہیں ہے۔ وہ صرف ان مخطوطات کا حساب لگا سکے ہیں جن کی فہارس بن چکی ہیں، جبکہ ابھی تک کئی مقامات پر، جیسا کہ اوپر لکھا ہے، کئی مجموعہ ہائے خطی بغیر فہرست کے پڑے ہیں۔ ان دونوں علماء کے سروے کے مطابق ان ممالک میں جو کتب خانے مسلمانوں کے مخطوطات کے حامل ہیں، ان کا ایک چارٹ نیچے پیش خدمت ہے:

ملک	کتب خانوں کی تعداد جن میں مخطوطات موجود ہیں	ان میں مخطوطات کی تعداد
روس	۷	۵۳۰۰۰
برطانیہ	۲۰	۲۰۰۰۰
یوگوسلاویہ (سابقہ)	۵	۱۴۰۰۰
متحدہ امریکہ	۳۲	۱۳۰۰۰
فرانس	۹	۸۰۰۰
اٹلی	۱۶	۷۵۰۰
جرمنی	۲۰	۷۰۰۰
ھالینڈ	۵	۴۸۶۰
سپین	۱۵	۳۰۰۰
بلغاریہ	۱	۳۰۰۰
ویٹیکن (روم)	۱	۳۰۰۰
آئر لینڈ	۲	۳۰۰۰
آسٹریا	۲	۱۵۰۰
ڈنمارک	۲	۶۰۰
چیکوسلاواکیہ	۴	۶۰۰
سویڈن	۳	۵۰۰
سوئزر لینڈ	۲	۳۲۰
رومانیہ	۲	۲۰۰
بلجیم	۳	۲۰۰
یونان	۱	۱۰۰
فن لینڈ	۱	۸۴
ناروے	۱	۷۰

اس چارٹ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ فہارس کی مدد سے اندازہ لگانے والوں نے یہ اعداد و شمار راؤنڈ فگر میں دیئے ہیں جو کسی حد تک صحیح تو ہوں گے مگر مکمل پھر بھی نہیں ہیں۔ علاوہ بریں اس چارٹ میں تمام یورپی و امریکی ممالک نہیں ہیں جن میں عربی یا اسلامی مخطوطات کے کلکشن موجود ہیں، تاہم مذکورہ بالا دونوں روسی علماء کے سروے کے مطابق سب سے زیادہ مخطوطات روس میں، جبکہ دوسرے نمبر پر برطانیہ میں جمع ہیں۔ یوگوسلاویہ، جس کا ایک اجڑ چکا ہے، وہ اس قیمتی متاع کے حامل ہونے میں تیسرے نمبر پر آتا ہے جبکہ متحدہ امریکہ چوتھے نمبر پر۔

-- ۴ --

مخطوطات کے مذکورہ بالا عالم و فاضل ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی اطلاع کے مطابق مخطوطات کے فہارس کی ابتداء بھی یورپی ممالک میں ہوئی ہے۔ عربی مخطوطات کی سب سے قدیم فہرست جس کا اب تک علم ہو سکا ہے وہ یوسف شمعون نامی مسیحی راہب نے سن ۱۷۱۹ء سے ۱۷۲۸ء تک اٹلی میں ویٹیکن کتب خانے کی چار جلدوں میں تیار کی تھی۔ اسی راہب نے ایک دوسرے ساتھی اسطفان عوّاد کی مدد سے اسی لائبریری کی دوسری فہرست بھی تیار کی جو روم میں ۱۷۵۶ء سے ۱۷۵۹ء تک شائع ہوئی تھی۔ تیسری فہرست جو یورپی ممالک میں تیار ہوئی اور منظر عام پر آئی وہ اسکوریال لائبریری (میڈرڈ) کی فہرست تھی جسے ایک تیسرے لبنانی راہب میخائل غزیری نے تیار کیا، جو ۱۷۶۰ء اور ۱۷۷۰ء کے درمیان میڈرڈ سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ (۱۸)

ان کے بعد یورپی ممالک کے کئی کتب خانوں نے عربی مخطوطات کی فہارس سازی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی اور یکے بعد دیگرے کئی فہرستیں اٹھارویں اور انیسویں صدی میں منظر عام پر آگئیں۔ اس میدان میں کئی مستشرقین نے خدمات سرانجام دی ہیں، جو نہ صرف قابل قدر ہے بلکہ بعد میں آنے والے ایسے لوگوں کے لیے مشعل راہ کا کام بھی دیتی ہے۔

ان فہارس کی ببلیوگرافی بنانے کی طرف سب سے پہلے لبنانی عالم یوسف اُسعد داغر (متوفی ۱۹۵۹ء) نے توجہ کی۔ اس نے ۱۹۴۷ء میں ان جملہ فہارس کی ببلیوگرافی تیار

کی۔[19] جو اس وقت تک شائع ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد فرانسیسی مستشرق جارج وایدا نے ۱۹۴۹ء میں ایک ایسی ہی ببلیوگرافی مرتب کی،[20] جس کے بعد ۱۹۶۷ء تک کئی ایسی ببلیوگرافیاں منظر عام پر آگئیں۔ اس میدان میں فواد سیزگین نے بھی کام کیا ہے جو قابل ستائش ہے۔ ھوئس مین (Huisman) کی Les Manuscrits Arabes dan le Monde: une bibliographie des Catalogues کافی جامع تھی۔ تا آنکہ ۱۹۸۲ء میں میخائلووا اور خالدوف دونوں روسی علماء کی مشترک کوشش کے نتیجے میں روسی زبان میں اس سے کچھ بڑی ببلیو گرافی شائع ہوئی۔[21] مگر روسی زبان میں ہونے کے سبب زیادہ معروف نہ ہوسکی۔ سب سے آخر میں کورکیس عواد نے عربی زبان میں ''فہارس المخطوطات العربیۃ فی العالم'' کے عنوان سے دو جلدوں میں ایک زیادہ جامع ببلیوگرافی تیار کی، جسے معہد المخطوطات العربیہ (تب کویت میں تھا) نے ۱۹۸۴ء میں شائع کیا، یہ فہرست اب تک سب ایسی فہارس سے مکمل ترین خیال کی جاتی ہے جس میں پوری دنیا میں مطبوعہ عربی مخطوطات کی فہارس سے متعلق معلومات موجود ہیں، چاہے وہ دنیا کی کسی زبان میں چھپی ہوں۔ مگر اس اتنے بڑے کام ہو جانے کے باوجود اب بھی اس ببلیوگرافی کو مکمل کرنے کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ آئے دن مخطوطات کی فہارس چھپ رہی ہیں، اور چھپتی رہیں گی۔ چنانچہ کورکیس عواد کی فہرست کی تکمیل و اضافہ کے سلسلے میں کئی مجلات میں ایسی فہارس کی تفصیلات نظر آتی رہتی ہیں۔

یورپی و امریکی ممالک میں چھپنے والی مخطوطات کی فہارس بے شمار ہیں جن کا حصر یہاں ناممکن ہے اور نہ ان صفحات میں گنجائش۔ ذیل میں کچھ ایسی چیدہ چیدہ فہارس کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کی حیثیت اولین درجہ کی ہے یا کسی خاص اہمیت کی حامل ہیں تاکہ کچھ مقامات اور ان میں موجود عربی مخطوطات کے بارے میں ایک عمومی تصور قاری کے ذہن میں اجاگر ہوسکے۔[22]

ا۔ روس:

روسی مستشرق میخائلووا اور اُنس باقی خالدوف کے حالیہ اندازے کے مطابق پچاس سے ساٹھ ہزار تک اسلامی مخطوطات متحدہ روس میں موجود ہیں، جن میں سبھی مخطوطات کی

فہارس نہیں بنی ہیں۔[۲۳] ذیل میں تیار شدہ چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ روزن (V.Rosen) نے ۱۸۷۷ء میں سینٹ پیٹر سبرگ سے ایک جلد میں ان مخطوطات کی فہرست بنائی تھی جو Institute of Oriental Languages میں اس وقت تک آ چکی تھیں۔ اس کے بعد اشیاٹک میوزیم میں موجود عربی مخطوطات کی پہلی جلد اسی مستشرق نے ۱۸۸۱ء میں مرتب کی۔ بعد ازاں ایک دوسرے مستشرق زالمان (Salemann) نے اس میوزیم کی فہرست سات جلدوں میں مکمل کی، جو ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۵ء تک پٹر سبرگ ہی میں چھپی۔[۲۴]

۲۔ مذکورہ بالا انسٹی ٹیوٹ کے مزید مخطوطات کی فہرست دوسرے مستشرق گنز برگ (Gunzberg) نے تیار کی جو ۱۹۱۹ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔

۳۔ کراتشکوفسکی (Kratchkovsky)، ایبرمن (Ebermann) اور شمٹ (A.E.Schmidt) کی خدمات اس میدان میں کسی طرح نظرانداز نہیں کی جا سکتیں۔ اور آخر میں آنس خالدوف اور ایکسندر میخائلووا کی مشترک فہرس جو تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اس ضمن میں ایک خوش آئند کام ہے۔ یہ فہرست ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۵ء کے مابین شائع ہوئی ہے۔[۲۵]

مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ کئی اور علماء نے بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جن میں سمرقند، بخارا، تاشقند، دو شنبہ، لینن گراڈ اور موسکو میں موجود عربی مخطوطات کی فہارس کے مدونین شامل ہیں۔

۲۔ برطانیہ اور آئرلینڈ:

برطانیہ میں بیس ہزار سے زائد مخطوطات موجود ہیں، جن میں درج ذیل مشہور و معروف کتب خانوں کی فہارس کا ذکر کیا جا رہا ہے:

(الف) برٹش لائبریری (سابقہ برٹش میوزیم):

اس میں ۶۰۰۰ سے زیادہ عربی، فارسی، ترکی اور دیگر زبانوں میں مخطوطات موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ حصہ مندرجہ ذیل فہارس میں آ چکا ہے:

۱۔ انیسویں صدی کے وسط میں فورشیل (Forshall) اور کیورٹن (W.Cureton)

نے ایک فہرست تین جلدوں میں تیار کی، جس میں ۱۶۵۳ عربی مخطوطات کا تعارف کرایا گیا تھا۔ یہ فہرست ۱۸۴۶ء اور ۱۸۷۱ء کے مابین زیور طباعت سے آراستہ ہوئی تھی۔(۲۶)

۲۔ ۱۸۹۳ء میں ریو (Ch.Rieu) نے ایک حصے کی فہرست بنائی، جس میں ۱۳۰۳ عربی مخطوطات کی تفصیلات بتائی گئیں۔ یہ فہرست ۱۸۹۴ء میں لندن سے چھپ کر منظر عام پر آئی تھی۔(۲۷)

۳۔ A.G.Ellis اور ایڈورڈز (Edwards) کی مشترکہ کوشش سے ۱۹۱۲ء میں ایک فہرست تیار ہوئی تھی، جو ۱۸۹۴ء کے بعد برٹش میوزیم میں حاصل شدہ عربی مخطوطات کے تعارف پر مشتمل تھی۔(۲۸)

۴۔ ۱۹۱۶ء میں پیئرسن (J.D.Pearson) نے برٹش میوزیم کے بارے ایک رپورٹ میں بتایا تھا کہ اب بھی کوئی ڈھائی ہزار سے زائد مخطوطات اس میوزیم میں موجود ہیں، جن کی فہرست ابھی تک بننا باقی ہے۔

(ب) انڈیا آفس لائبریری:

ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی کارگزاریوں کے نتیجے میں قائم ہونے والا یہ میوزیم جس میں صرف کتابیں اور مخطوطات ہی نہ تھے، بلکہ ایک کثیر تعداد میں اس کمپنی کا ریکارڈ بھی تھی، اس میں سے مخطوطات کی درج ذیل فہارس سامنے آئیں:

۱۔ لوتھ (Otto Loth) نے ۱۸۷۷ء میں عربی مخطوطات کی فہرست تیار کی جس میں ۱۰۴۹ مخطوطات کا ذکر کیا گیا ہے اس کو اب ۱۹۷۵ء میں دوبارہ چھاپ دیا گیا ہے۔(۲۹)

۲۔ بیسویں صدی کے شروع میں سٹوری(C.A.Storey)، آربری (A.J.Arberry) اور لیوی (R.Levy) نے چار حصوں میں فہرست تیار کی تھی، جو ۱۹۴۰ء تک چھپتی رہی۔(۲۹ الف)

۳۔ ڈینی سن راس (E.Denison Ross) اور براؤن (E.G.Brown) نے مل کر انڈیا آفس لائبریری کے عربی اور فارسی مخطوطات کی فہرست بنائی جو لندن سے

۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی۔[۳۰]

(ج) بوڈلین لائبریری اکسفورڈ:

اکسفورڈ یونیورسٹی کا یہ عظیم کتب خانہ کئی ہزار عربی و فارسی کے علاوہ ترکی اور انڈونیشی مخطوطات کا حامل ہے۔ ان میں عربی مخطوطات کی فہرستیں وقتاً فوقتاً اس رفتار سے بنتی رہی ہیں:

۱۔ جان یوری (J.Uri) نے ۱۷۸۷ء میں اس کتب خانے میں موجود عبرانی، کلدانی، عربی، فارسی ، ترکی اور دیگر زبانوں کے موجود مخطوطات کی فہرست تیار کی تھی، جس کے صفحہ ۹۹ سے ۲۶۸ تک عربی مخطوطات کی فہرست ہے، جبکہ باقی دیگر زبانوں کے خطی نسخوں کے تعارف پر مشتمل ہے۔[۳۱]

۲۔ ۱۸۲۱ء سے ۱۸۳۵ء کے عرصہ میں نیکول (A.Nicoll) اور پوسی (E.A.Pusey) نے مشترکہ طور پر عربی مخطوطات کی ایک فہرست تیار کی تھی جو کوئی ساڑھے سات سو صفحات سے متجاوز تھی اور اکسفورڈ پریس سے چھپی تھی۔[۳۲]

۳۔ بیسٹن (A.F.L.Beeston) نے ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۵ء تک اس کتب خانے کے کچھ مخطوطات کا تعارف چھاپا، جن کی طرف ابھی تک علماء کی نظر نہیں گئی تھی۔[۳۳]

(د) کیمبرج یونیورسٹی لائبریری:

۱۔ براؤن (E.G.Brown) نے عربی حروف میں لکھی جانے والی زبانوں کے جملہ مخطوطات جن میں عربی، فارسی کے علاوہ دیگر زبانیں بھی شامل تھیں، ان کی ایک مجموعی فہرست مخطوطات تیار کی جو ۱۹۰۰ء میں کیمبرج سے ہی چھپی تھی[۳۴] اس میں ۱۵۴۱ مخطوطات کا تعارف تھا۔

۲۔ مندرجہ بالا فہرست کے تسلسل میں براؤن نے ۱۹۲۲ء میں کوئی ۱۵۹۶ مخطوطات کے تعارف پر مشتمل فہرست مرتب کی جو کیمبرج یونیورسٹی سے طبع ہوئی تھی۔[۳۵]

۳۔ براؤن کے مملوکہ مخطوطات کی فہرست نکلسن (R.A.Nicholson) نے ۱۹۳۲ء میں تیار کی جس میں ۴۶۸ مخطوطات کا ذکر موجود ہے، اور اسے بھی کیمبرج

یونیورسٹی ہی نے طبع کیا تھا۔[۳۶]

۴۔ ائر لینڈ میں چسٹر بٹی لائبریری ایک میوزیم، آرٹ گیلری اور مخطوطات کا بیش بہا مجموعہ رکھتی ہے۔ عربی، فارسی، ترکی اور دیگر زبانوں کے ہزاروں مخطوطات یہاں جمع ہیں۔ ان میں سے عربی مخطوطات کی فہرست سات جلدوں میں A.J.Arberry نے مرتب کی ہے، جو ڈبلن سے ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۴ء تک چھپی ہے۔ اس میں کوئی اڑھائی ہزار عربی مخطوطات کا اختصار کے ساتھ تذکرہ موجود ہے۔[۳۷]

ان بڑے بڑے مجموعات کے علاوہ Royal Asiatic Society کی لائبریری، لیڈز اور مانچسٹر یونیورسٹی کے کتب خانوں میں موجود عربی مخطوطات کی فہارس بھی چھپ چکی ہیں۔

۳۔ فرانس:

قریبی عرب ممالک پر قابض رہنے کی بدولت فرانس میں بہت سے عربی مخطوطات جمع ہوگئے ہیں جن کی تعداد کوئی آٹھ ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔ اس کے Bibliotheque National میں سب سے بڑا مجموعہ عربی مخطوطات کا ہی ہے، جس کی معروف فہرستیں یہ ہیں:

۱۔ عربی مخطوطات پر مشتمل یہاں سے پہلی فہرست دی سلان (De Slane) نے مرتب کی جو ۴ جلدوں پر مشتمل تھی اور اس میں ۴۶۶۵ مخطوطات کا تعارف کرایا گیا تھا۔ یہ فہرست ۱۸۸۳ء سے ۱۸۹۵ء تک پیرس میں چھپتی رہی۔ اس میں ۱۸۹۵ء تک کے موجود مخطوطات سے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئی تھیں۔[۳۸]

۲۔ اس کے بعد اس کے تسلسل میں بلوشے (E.Blochet) نے اس کے بعد حاصل کیے جانے والے مخطوطات کا تعارف ۱۹۲۵ء میں پیش کیا جس میں ۲۰۸۷ خطی نسخے شامل تھے۔[۳۹]

۳۔ کوئی نصف صدی قبل فرانس کے مخطوطات کو ایک بے حد شوقین میسر آیا جس نے اپنی زندگی پوری طرح ان مخطوطات کے تعارف، ان سے متعلق معلومات جمع

کرنے میں صرف کر دی۔ جارج وایدا (George Vajda) نے مخطوطات اور خصوصاً عربی مخطوطات کی کئی فہارس مرتب کیں، ۱۹۵۳ء تک وہ کوئی ۶۸۵۳ عربی مخطوطات کا تفصیلی و مختصر تعارف پیش کر چکا تھا۔(۴۰)

ان کے علاوہ فرانس میں کئی کتب خانے ہیں، جن میں عربی مخطوطات موجود ہیں، اور ان کی فہارس بھی بن چکی ہیں۔ یہاں جگہ کی قلت کے پیش نظر ان سے اعراض کیا جاتا ہے، مگر ان میں دیرنبرگ (H.Derenbourg) کی تکمیلی فہارس کا ذکر نہ کرنا فرانس میں عربی مخطوطات کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔(۴۱)

۴۔ اٹلی:

شمالی افریقہ کے اسلامی ممالک سے ملحقہ ہونے کی وجہ سے اٹلی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں عربی مخطوطات کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، جو آٹھ ہزار کے لگ بھگ ہے اور زیادہ تر روم، میلانو اور دیگر چند شہروں میں موجود ہیں۔

درج ذیل چند معروف و مشہور کتب خانوں میں محفوظ مخطوطات کی فہارس کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ امبروزیانہ لائبریری (Ambrosiana) میلانو شہر میں واقع ہے، جس میں عربی مخطوطات کا ایک بہت عمدہ مجموعہ موجود ہے، جو کئی مستشرقین کی توجہ کامرکز رہا ہے۔ اس جگہ تقریباً ساڑھے تین ہزار سے زیادہ مخطوطات ہیں۔

۲۔ ہیمر پرگستال (H.Purgrstall) نے ۱۸۳۹ء میں کوئی ۳۴۰ مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کی تھی جو میلانو سے طبع ہوئی۔ اس فہرست کے بعد اطالوی مستشرق گریفینی (Griffini) نے اس مجموعے کی طرف خصوصی توجہ دی اور ان مخطوطات کی فہرست بنائی جس میں ۴۷۵ خطی نسخوں کا تعارف کرایا گیا۔ یہ مجموعہ یمن سے حاصل کیا گیا تھا۔

اس کے بعد گریفینی نے ایک اور فہرست تیار کی جس میں ۱۶۴۰ مخطوطات کا ذکر کیا گیا۔ یہ فہرست ۱۹۲۰ تک چھپتی رہی۔(۴۲)

۳۔ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے بھی اس کتب خانے کے کچھ حصہ کی فہرست مرتب

کی ہے، جو گریفینی کی فہرست بنانے کے بعد اس کتب خانے میں حاصل کیا گیا تھا۔ یہ فہرست قاہرہ سے ۱۹۶۰ء میں چھپی تھی۔(۴۳)

اس ایک جگہ کے علاوہ بھی اٹلی میں کتب خانے ہیں جن میں عربی مخطوطات کا ایک اچھا خاصا حصہ محفوظ ہے، اور ان کی فہارس بھی بنائی جا چکی ہیں۔ ان میں ناپولی میں نیشنل لائبریری، فلورنس میں کتب خانہ اور پالرمو کے کتب خانے شامل ہیں۔

۵۔ ویٹیکن لائبریری:

(الف) اٹلی میں موجود ویٹیکن سٹیٹ کی لائبریری کا ذکر نہ کرنا گویا اٹلی کے نصف مخطوطات سے نظر پھیر لینا ہے۔ ان مخطوطات کی طرف پورے یورپ میں سب سے پہلے نظر گئی اور ایک لبنانی عالم یوسف شمعون سمعانی نے اس کی فہرست چار جلدوں میں مرتب کی جو ۱۷۱۹ء سے ۱۷۲۸ء تک چھپی۔(۴۴)

(ب) شمعون کے بعد ایک راہب اسطفان عواد سمعانی نے ۱۷۵۱ء سے ۱۷۵۹ء تک باقی حصے کی فہرست مرتب کی۔(۴۵)

(ج) ان دونوں کے بعد کارڈینل مئی (Mai) نے مذکورہ فہرست کی ذیل بنائی جو ۱۸۳۱ء میں چھپی، اس میں ۷۸۷ خطی نسخوں کا تعارف کرایا گیا تھا۔(۴۶)

(د) سب سے آخر میں اٹلی کے مشہور و معروف مستشرق لیوی دیلویدا Leve Della Vida نے ۱۹۳۹ء میں فہرست بنائی، جو اس وقت تک موجود مخطوطات کی تکمیلی فہرست تھی۔(۴۷)

۶۔ جرمنی:

جرمنی کے مستشرقین نے عربی مخطوطات کے جمع کرنے، فہرستیں بنانے اور ان کے بارے میں معلومات مہیا کرنے میں پوری دنیا کے علماء کے لیے ایک نمونہ قائم کیا ہے۔ کارل بروکلمان کی پانچ جلدوں میں GAL پوری دنیا میں موجود اور فہرست شدہ مخطوطات کا پورا خزانہ ہے جس سے عربی مخطوطات کا ایک مکمل نقشہ قاری کے سامنے آ جاتا ہے۔ یہاں کے علماء نے سولہویں صدی سے عربی مخطوطات جمع کرنے شروع کر دیئے تھے جو ان کے درج ذیل کتب خانوں میں محفوظ ہیں:

۱۔ جرمنی کا قومی کتب خانہ کئی صدیوں سے قائم ہے۔ اس کی فہرست اہلورٹ

W.Ahlwart نے دس جلدوں میں مرتب کی، جس میں ۱۰۱۷۱ مخطوطات کا ایک حد تک مفصل تعارف ۶۱۰۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ فہرست برلن میں ۱۸۸۷ء میں چھپنی شروع ہوئی اور ۱۸۹۹ء تک چھپتی رہی۔ (۴۸)

۲۔ گوتھا (Gotha) میں قومی کتب خانہ بے شمار عربی مخطوطات کا حامل ہے جس کی فہرست پرٹش (W.Pertsch) نے مرتب کی جو گوتھا سے ہی پانچ جلدوں میں ۱۸۷۸ء سے ۱۸۹۲ء تک چھپ کر منظر عام پر آئی۔ (۴۹)

ان کے علاوہ ٹوبنگن، گوٹنگن، میونخ، ہیمبرگ، ہائڈلبرگ، درسدن، لاپسگ، ھلّہ، بون اور ویسباون وغیرہ شہروں میں موجود کتب خانوں میں ہزاروں عربی مخطوطات پڑے ہیں، جن کی فہارس کب کی مرتب ہو چکیں۔

ان جملہ فہارس کا ذکر طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا گیا ہے۔ ورنہ جرمنی کے ہر بڑے شہر میں عربی مخطوطات کے ذخائر جمع ہیں، بلکہ کئی مستشرقین کے ذاتی مجموعے بھی قابل ذکر ہیں۔

۷۔ ھالینڈ:

ھالینڈ کی لائیڈن یونیورسٹی میں کوئی پانچ ہزار کے قریب عربی، فارسی، ترکی اور انڈونیشی مخطوطات محفوظ ہیں، جن کی درج ذیل فہارس قابل ذکر ہیں:

۱۔ رائل اکیڈمی کے کتب خانے میں جو مخطوطات تھے، ان کی فہرست کی ابتداء ویجیرز (Weijiers) نے کی اور پھر اس کی تکمیل دی یونگ (De Jong) کے حصے میں آئی۔ یہ فہرست ۲۶۰ مخطوطات پر مشتمل ہے اور ۱۸۶۲ میں لائیڈن سے شائع ہوئی۔ یہ جملہ مخطوطات اب لائیڈن یونیورسٹی کے کتب خانے کا حصہ ہیں۔ (۵۰)

۲۔ لائیڈن یونیورسٹی کے کتب خانے کی فہرست معروف مستشرق دوزی (Dozy) نے پہلی دو جلدیں ۱۸۵۱ء میں چھاپیں، جبکہ تیسری اور چوتھی جلد دی یونگ (De Jong) نے اور پانچویں جلد De Goeje نے مرتب کی۔ یہ جلدیں ۱۸۷۳ء تک چھپ چکی تھیں۔ (۵۱)

اسی کتب خانے کی چھٹی جلد ہوتسما (Hautsma) نے ۱۸۷۷ء میں چھاپی۔ لائیڈن میں سبھی چھپنے والی ان جلدوں میں جملہ ۱۷۰۲ مخطوطات کی تفصیلات درج ہیں۔

۳۔ ۱۹۵۷ء میں فورھوف (Vourhoeve) نے ایک فہرست تیار کی تھی جس میں لائیڈن یونیورسٹی کے علاوہ ہالینڈ کے دوسرے شہروں میں موجود اہم عربی مخطوطات کا ذکر تھا۔ اس فہرست کا اضافہ شدہ ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں نکلا تھا۔[۵۲]

۸۔ سپین:

سپین میں مسلمانوں کے مخطوطات کی مقدار بہت زیادہ ہونی چاہیے تھی، کیونکہ یہاں پر ان کے کئی صدیوں میں پیدا ہونے والے علماء و دانشوروں کے خزائن تھے۔ مگر بے حد افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی بیشتر کتابیں ضائع ہوگئیں، جن کے بارے میں اس مقالے میں کئی مقامات پر بتایا گیا ہے، اب کوئی چند ہزار مخطوطات ہیں، جن کی درج ذیل فہارس کا ذکر کافی ہوگا۔

۱۔ اسکوریال کے بہت عالیشان محل میں موجود ذخیرہ بہت ہی نادر عربی مخطوطات کا حامل ہونے کے سبب بے حد قابل قدر ہے۔ اس کی فہرست راہب میخائل غزیری (متوفی ۱۷۹۱ء) نے بنائی جو میڈرڈ میں ۱۷۶۰ء اور ۱۷۷۰ء کے مابین چھپی۔ اس فہرست میں ۱۸۵۱ مخطوطات کا ذکر تھا، جو دو جلدوں پر مشتمل تھی۔[۵۳]

۲۔ بعد ازاں دیرنبرگ (Derenbourg) نے دوسرے حصے کا اضافہ کیا جس میں ۷۸۵ عربی مخطوطات کا تعارف کرایا گیا تھا۔ ان کے بعد رینو (H.P.J.Renaud) نے یہ کام کیا۔[۵۴]

۳۔ اسکوریال کی تیسری جلد لیوی پروفنسال (Levy Provincal) نے مرتب کی جو ۱۹۲۸ء میں منظر عام پر آئی۔[۵۵]

اس بڑے ذخیرے کے بعد سپین کے چھوٹے چھوٹے مجموعات کا ذکر مناسب معلوم نہیں ہوتا جو یہاں کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں اور آئے دن پرانے مکانات کے گرنے پر ان کی چھتوں اور دیواروں سے برآمد ہوتے رہتے ہیں۔ چند سال ہوئے ایک خبر آئی تھی

کہ سپین کے کسی بڑے شہر میں ایک مکان گرا تو اس کی ایک دیوار کے درمیان سے بہت سے عربی مخطوطات برآمد ہوئے تھے، جو یقیناً مسلمانوں نے وہاں سے بھاگتے وقت اس دیوار میں چن دیئے تھے، مگر بعد میں انہیں نکالنے کا موقعہ نہ ملا، یا یہ ذخیرہ دفن کرنے والے خود ہی دفن ہوگئے۔

۹۔ متحدہ امریکہ:

گزشتہ صدی کے ابتداء میں امریکی علماء نے اسلام اور عربوں سے متعلق اپنی دلچسپی کا اظہار شروع کیا۔ اگرچہ یہ توجہ کافی متاخر ہے تاہم عربی مخطوطات کے جمع کرنے اور ان کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں بہت حد تک اس خطہ کے علماء نے چابکدستی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں شمالی امریکہ کی تقریباً ہر یونیورسٹی کے کتب خانے میں عربی مخطوطات کا کچھ نہ کچھ حصہ موجود ہے۔ بلکہ کچھ ادارے اور یونیورسٹیاں تو اس میدان میں مقابلے کا سا سماں پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ ییل، ہارٹفورڈ، پرنسٹن، شیکاگو، مشیگن، کیلی فورنیا کی جامعات کے علاوہ نیویارک پبلک لائبریری اور لائبریری آف کانگرس میں یہ مخطوطات نظر آتے ہیں۔ یہاں پر موجود مخطوطات کی مقدار کا اندازہ لگانے والوں کا کہنا ہے کہ امریکہ میں کم و بیش تیس ہزار مخطوطات موجود ہیں،(۵۶) جن کی چند فہرستوں کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

(الف) پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری:

۱۔ اس کتب خانے میں ۹ ہزار کے قریب مخطوطات ہیں جن کی فہرست مختلف اوقات میں بنتی رہیں۔ سب سے پہلے لٹمان (Littmann) نے ۱۹۰۴ء میں فہرست مرتب کی جس میں ۳۵۵ مخطوطات کا تعارف کرایا۔

۲۔ یہاں پر موجود گیرٹ کلکشن جو بے حد نفیس کوئی تین ہزار کے لگ بھگ عربی مخطوطات رکھتا ہے، ان کی فہرست ونسن مارینی (Wanson Marine) نے بنائی ہے۔ اس کے بعد فلپ ہٹی نے فارس نبیہ امین اور عبدالمالک کے ساتھ مل کر ایک فہرست بنائی جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں کوئی ۲۲۱۳ مخطوطات کا تفصیلی تعارف موجود ہے۔(۵۷)

گیرٹ کلکشن میں موجود یہوداسیکشن بھی کافی عربی مخطوطات کا حامل ہے۔ جس کی فہرست ماخ (R.Mach) نے ۱۹۷۷ء میں بنائی ہے۔(۵۸)

(ب) نیوھیون سٹیٹ کی ییل یونیورسٹی لائبریری:

۱۔ نیموئی (Nemoy) نے اس یونیورسٹی ۷۲۸ عربی خطی نسخوں کی فہرست بنائی جو ۱۹۵۶ء میں وہیں سے چھپی تھی۔

۲۔ اُوریئنٹل خطی نسخوں کی فہرست ھڈسن (Hodgson) نے ۱۸۳۰ء میں بنائی تھی۔

(ج) شکاگو لائبریری کی فہرست گڈ سپیڈ (E.J.Goodspeed) نے مرتب کی جو ۱۹۱۲ء میں زیر طباعت سے آراستہ ہوئی تھی۔(۵۹)

(د) ھرٹفورڈ لائبریری:

۱۔ میکڈونلڈ(Machdonald)نے سامی زبانوں میں مخطوطات کی فہرست ۱۸۹۰ء میں بنائی تھی، جس میں ۱۲۰۰ عربی مخطوطات تھے۔ بعد ازاں رینڈل (Randall) نے عربی مخطوطات کی ایک جامع اور مفصل لسٹ مرتب کی تھی جو ۱۹۲۹ء میں منظر پر آئی تھی۔(۶۰)

(ہ) لائبریری آف کانگرس:

دنیا کی اس عظیم لائبریری میں کوئی دو ہزار کے قریب مخطوطات ہیں، جن میں ۱۵۴۹ عربی نسخے ہیں۔ اس کی مکمل فہرست ابھی تک نہیں بنائی جا سکی۔ ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اس مجموعہ کو دیکھا تھا اور صرف ۹۹ اہم خطی نسخوں کا تعارف کرایا تھا۔(۶۱)

علاوہ بریں کئی دوسری یونیورسٹیوں، اداروں اور ذاتی کلکشن کا ذکر بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا ہے۔

☆☆☆

مندرجہ بالا صرف عربی زبان کے مخطوطات کی فہارس کا ذکر ہوا ہے۔ ان میں فارسی، ترکی، انڈونیشی، اردو، اور مسلمانوں کی دیگر بہت سی زبانوں کے مخطوطات کا ذکر نہیں کر پائے۔

آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ جن فہارس کا اوپر ذکر ہوا ہے، وہ صرف چند

ممالک کے کتب خانوں میں موجود خطی نسخوں سے متعلق ہیں، جبکہ یورپی اور امریکی ممالک میں ۴۰ سے زائد ایسے ملک ہیں جن میں خطی میٹریل کوئی ۱۶۰ لائبریریوں میں محفوظ پڑا ہے، جو ڈیڑھ لاکھ سے تجاوز کر گیا ہے۔ ان میں بے حد نادر، نفیس، خوبصورت، منحصر بالذات نسخے موجود ہیں، جن کی فہارس مستشرقین نے نہایت احتیاط کے ساتھ مرتب کی ہیں۔

-- ۵ --

گزشتہ چند صدیوں میں مسلم ممالک پر یورپی ممالک کا قبضہ، جس کے نتیجے میں یہاں کے خزائن مخطوطات اور دیگر نوادرات پر غلبہ اور تصرف رہا۔ ان میں سے کچھ حصہ یہاں کے لوگوں کی مرضی سے جبکہ کچھ مقامات پر جبراً ان خزائن کو ہتھیایا گیا۔ جس میں سے درج ذیل بطور مثال پیش ہیں:

(الف) جنت نظیر خطۂ اندلس سے جب مسلمانوں کو جبراً خارج کیا گیا تو مسلمانوں کے جملہ کتب خانے لوٹ مار کی نذر ہوئے۔ اندلس کے مسلمانوں نے بے شمار مخطوطات اپنے ہاتھوں سے نقل کیے، کاغذ کی فراوانی کی بدولت تالیفات کو بہت تیزی سے رواج ملا۔ کئی مقامات پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ کتابیں نقل کرتے تھے۔ قیاس یہ ہے کہ یہ سب خطی کتب مسلمانوں کے اخراج کے بعد لوٹ لی گئیں۔

ہم یہ واقعات یونہی جذباتی لگاؤ کی بناء پر بیان نہیں کر رہے بلکہ تاریخی طور پر ان کے شواہد موجود ہیں۔

۱۔ جب ۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء میں ہسپانوی سبتہ شہر پر قابض ہوئے تو انہوں نے وہاں سے جو کچھ ملا اپنے ساتھ اٹھا کر سپین کے دوسرے شہروں میں لے گئے، ان چیزوں میں کتابیں ایک بہت بڑا حصہ تھا جو بہت ہی کثیر تعداد میں تھیں۔[۶۲] اندلسیات کے ماہر اسکالر محمد بن شریفہ کا کہنا ہے کہ ان کتابوں سے بہت تھوڑی ہم تک پہنچی ہیں۔[۶۳]

۲۔ تونس کے مسلمانوں کے ہاں بے شمار مخطوطات تھے۔ ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء میں ہسپانوی حملے کے دوران یہاں کی قدیم جامعہ زیتونیہ کو نہایت بے دردی سے لوٹا گیا جس میں سے ہزاروں کی تعداد میں کتابیں اٹھا کر لے گئے۔[۶۴]

۳۔ ۱۲۱۷ھ/۱۸۹۲ء میں انگریزوں نے کرنل ٹرنر(Turner) کی قیادت میں مصر پر حملہ کیا، اس حملہ میں اور تو جو کچھ لوٹا گیا، اس کا تو شمار نہیں مگر یہاں سے بے شمار مخطوطات بھی حملہ آور حضرات اٹھا کر لے گئے، جو بعد میں جبراً کرنل ٹرنر نے فوجیوں سے اکٹھے کیے اور انہیں برٹش میوزیم میں جمع کرایا۔(۶۵)

۴۔ ہسپانوی کئی مرتبہ شمالی افریقہ کے مسلم ممالک پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء میں مراکش پر حملہ کے دوران جب تطوان شہر کے لوگ مایوسی کے عالم میں اپنے شہر سے فرار ہوئے تو جانیں بچانے کی خاطر نہ صرف اپنا مال اسباب پیچھے چھوڑ گئے، بلکہ اپنے اباؤاجداد کا ورثہ جو مخطوطات کی صورت میں تھا، اسے بھی ساتھ نہ لے جا سکے، جو بعد میں اسپینی حملہ آوروں کے ہاتھ لگے اور وہ انہیں اٹھا کر سپین لے گئے۔ ان میں بے شمار نادر قسم کے مخطوطات تھے۔(۶۶)

۵۔ اُمیر عبدالقادر جزائری (۱۸۰۸ء-۱۸۸۳ء) نے الجزائر پر قابض فرانس کے خلاف ایک طویل عرصہ تک مقاومت جاری رکھی ہے۔ ان کے خلاف ایک لمبے عرصے تک فرانسیسیوں نے مقدمہ چلایا، جس کے دوران جہاں جہاں موقعہ ملتا رہا، وہ ان مقامات سے مخطوطات جمع کر کے فرانس پہنچاتے رہے۔(۶۷)

۶۔ الجزائر میں فرانسیسی استعمار کے خلاف شیخ الحداد الجزائری نے انقلاب برپا کرنے کے لیے اچھے خاصے عرصہ تک مخالفت جاری رکھی، مگر آخر کار ہار گئے اور ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں ان کے خلاف حکم صادر ہوا جس میں ان کا نوادرات پر مشتمل کتب خانہ حکومت فرانس نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ اور نیشنل لائبریری (Bibliotheque National) میں منتقل کر دیا گیا۔(۶۸)

۷۔ جون ۱۹۶۲ء/ محرم ۱۳۸۲ء کو جب الجزائر فرانسیسی استعماریت کے چنگل سے آزاد ہوا تو سات جون کو فرانسیسیوں نے الجزائر یونیورسٹی کے کتب خانہ کو آگ لگا دی، مگر اس سے قبل بیش قیمت مخطوطات ایک دوسری جگہ منتقل کر لیے اور بالآخر انہیں فرانس پہنچا دیا گیا۔ آگ صرف اس لیے لگائی گئی تھی کہ اس لوٹ مار کو کیموفلاج کیا جا سکے۔(۶۹)

(ب) اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپی ممالک کے علماء کا ایک ریلا اسلامی ممالک میں خصوصاً عرب ممالک میں امڈ آیا تھا، اس کے پیچھے جو مقاصد تھے، وہ تو سب پر عیاں ہیں، مگر ان مستشرقین نے اپنے ان سفروں میں کئی طریقوں سے مخطوطات حاصل کیے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے وطن لے گئے۔ ایسے علماء بے شمار ہیں، مگر ذیل میں چند بطور مثال پیش خدمت ہیں:

۱۔ آسٹریا (Austria) کے معروف مستشرق ہنری گلازر (H.Glazer) نے جو اصل میں چیکوسلاواکیہ سے تعلق رکھتے تھے، کئی عرب ممالک میں سفر کیے ہیں، جن میں یمن سرفہرست ہے، وہ ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۲ء تک یمن میں مسلمان فقیہ کے بھیس میں الحاج حسین نام کے تحت سفر کرتا رہا۔ یمن سے اس نے آثار قدیمہ کے نادر نمونے اور نقوش جمع کیے۔ علاوہ بریں کوئی پانچ سو سے زیادہ انتہائی نادر قسم کے مخطوطات اونے پونے خرید کر اپنے ہمراہ لے گیا۔ جن میں سے نصف اس نے برٹش میوزیم (لندن) میں فروخت کیے اور باقی نصف رائل لائبریری (برلن) کو ۱۸۹۷ء میں بیچے۔(۷۰)

۲۔ کونٹ کارلو لنڈبرگ (۱۸۴۸ء-۱۹۲۴ء) نے جو سویڈن کے باشندے تھے، عرب ممالک کے کئی سفر کیے ہیں، جن کے دوران اس نے لوگوں کو لالچ دے کر مصر اور یمن کے کئی باشندوں سے قیمتی مخطوطات حاصل کیے اور اپنے ملک لے گیا۔ جن حضرات کے پورے کے پورے خزانے خریدے ان میں محمد اکمل بن عبدالغنی فکرت (متوفی ۱۸۸۹ء) کا ایک بڑا ذخیرہ تھا جو ان کے خاندان میں وراثت کے طور پر چلا آ رہا تھا۔(۷۱)

۳۔ روسی مستشرق کراتشکوفسکی (I.Kratchkovsky) ازبکستان، ترکستان، تاجیکستان وغیرہ میں سفر کرتا رہا، جہاں سے اس نے بے شمار مخطوطات اکٹھے کیے اور لینن گراڈ لے گیا۔ علاوہ بریں اس نے اپنے سفروں کے دوران لبنان، شام، مصر اور دیگر عرب ممالک سے کئی بے حد نفیس قسم کے مخطوطات خرید کیے اور انہیں روس کی لائبریریوں میں منتقل کرتا رہا۔(۷۲)

۴۔ استنبول، ترکی کا وہ واحد شہر ہے جس میں مخطوطات کے خزائن کا مجموعہ پوری دنیا کے عربی فارسی مخطوطات کے تقریباً برابر ہے۔ ایک جرمن مستشرق هلموٹ رٹر (Ritter) استنبول کے ان خزائن سے واقف تھے۔ وہ ایک عرصہ تک وہاں مقیم رہے، انہوں نے مخطوطات کا ایک اچھا ذخیرہ، بلکہ نوادرات کا مجموعہ جمع کیا جو بعد میں جرمنی میں منتقل ہوا ہے۔ انہوں نے یہاں پر ایک ادارہ بھی قائم کر رکھا تھا۔(۷۳)

۵۔ ہالینڈ کے مستشرق سنوک ھور خرونیہ (متوفی ۱۹۳۶) نے سن ۱۸۷۴ء سے ۱۸۹۱ء تک ایک مسلمان کے بھیس میں سعودی عرب کا سفر کیا ہے، جس کے دوران اس نے بے شمار مخطوطات اکٹھے کیے، جنہیں بالآخر اپنے ہمراہ اپنے ملک لے گیا تھا۔ ان کے ایسے واقعات اس کی تالیف ''صفحات میں تاریخ مکہ'' میں کئی صفحات پر دیکھے جا سکتے ہیں۔(۷۴)

۶۔ سپرنگر (A.Sprenger 1813-93) ہندوستان میں قیام کے دوران اور مشرقِ وسطی میں سفروں کے نتیجے میں کوئی ۲۰۰۰ بہت ہی نادر اور عمدہ مخطوطات لے کر جرمنی گیا تھا، جو ۱۸۵۸ء میں برلن لائبریری کو بیچ دیے گئے تھے۔(۷۵)

۷۔ اسی طرح پیٹرمن (H.Petermann-1876) کو باقاعدہ مخطوطات خریدنے کا کام دے کر ۱۸۵۲ء میں مشرق وسطی روانہ کیا گیا۔ وہ دو بڑے بڑے کلکشن خرید کر لوٹا۔(۷۶)

(ج) ڈپلومیسی سفارت، کونسل خانوں اور تجارتی وفود کے ذریعے کئی مرتبہ اسلامی ممالک سے مخطوطات خرید کیے گئے اور پھر انہیں یورپی و امریکی ممالک میں پہنچا دیا گیا۔ اس میدان کے لوگ بے حد ہوشیار اور چالاک ہونے کے سبب یہ مخطوطات انتہائی کم قیمت پر ان غریب مسلم ممالک کے باشندوں سے خریدتے، بلکہ اکثر دفعہ تو صرف سفارتی اثر و رسوخ کے بل پر ہی مخطوطات حاصل کر لیتے اور انہیں اپنے ملک میں پہنچا دیتے تھے۔ اگرچہ بیسویں صدی کے وسط سے تقریباً سبھی ممالک میں مخطوطات کی نقل و حرکت پر پابندی کے قانون موجود ہیں، مگر اس کے باوجود ڈپلومیسی سفارت کار اس قانون کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اور

سفارت کے تقدس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈپلومیٹک بیگ میں کئی مرتبہ نوادرات چوری کر کے لے گئے ہیں، جن کے بارے میں جب کبھی معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اُمر سامنے آتا ہے۔

۱۔ ایک امریکی کونسلر ھوڈی سن (Hodyson) نے ایک بہت بڑا مجموعہ مخطوطات تونس میں اپنی سفارت کے دوران حاصل کیا اور پھر اسے کسی طرح برٹش میوزیم تک پہنچا دیا۔(۷۷)

۲۔ جرمن مستشرق ھرٹمن (Hartmann-1919) بیروت میں جرمن کونسلر کا ایڈوائزر تھا۔ اس نے اس حیثیت سے ۱۹۱۹ء میں لبنان، شام اور مشرق بعید کے کچھ ممالک کا سفر کیا۔ اس کے علاوہ فلسطین، عراق اور ترکی میں ہر ممکن وسیلے سے ارباب اقتدار اور امیر گھرانوں سے عربی مخطوطات حاصل کیے، جن سے اس نے اپنا بیش قیمت کتب خانہ اپنے ملک میں قائم کیا،(۷۸) جو ظاہر ہے اس کی وفات کے بعد کسی بڑے کتب خانے میں پہنچ گیا ہوگا۔

۳۔ برطانوی قونصلر لنچ (Lynch) نے بغداد میں ۱۸۶۰ء سے ۱۸۶۳ء تک کا عرصہ گزارا ہے، اس خدمت کے دوران اس نے کئی عربی مخطوطات حاصل کیے اور واپس اپنے ملک جا کر برٹش میوزیم کے حوالے کر دیئے۔ علاوہ بریں ایک دوسرے برطانوی قونصلر بج (Budge) نے موصل سے ۱۷۳ عربی مخطوطات خریدے یا حاصل کیے اور پھر انہیں برٹش میوزیم میں جمع کرایا۔(۷۹)

۴۔ ۱۸۴۲ء میں برطانیہ نے مسٹر تتام (Tatam) کی قیادت میں ایک وفد بھیجا، جس کا مقصد اوّلین ہی یہ تھا کہ مصر سے بہت ہی نادر قسم کے عربی مخطوطات حاصل کیے جائیں، چنانچہ یہ وفد کئی سو کے قریب بیش قیمت مخطوطات حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، جن میں تین سو تو صرف ہرن کی کھال پر تھے۔(۸۰)

۵۔ ویٹسٹائن (j.G.Wetzstein 1815-1905) دمشق میں پروشیا کی طرف سے (۱۸۴۸-۶۲ء) قونصلر تھے۔ انہوں نے ۴ کلکشن وہاں سے حاصل کیے۔ ان میں دو کلکشن برلن، تیسرا لایپسگ اور چوتھا کلکشن ٹوبنگن پہنچا دیا گیا۔(۸۱)

(د) مخطوطات کی قدر و قیمت سے ناواقف، جاہل، مساجد، مدارس، خانقاہوں اور دیگر مقامات پر موجود خزائن کتب کے نگران حضرات کی بے وقوفیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی مستشرق اور تاجروں نے پیسوں کا لالچ دے کر ان مذکورہ بالا حضرات سے بیش قیمت مخطوطات بہت ہی کم قیمت پر حاصل کیے اور انہیں یورپی اور امریکی ممالک میں پہنچا دیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات زبان زد خاص و عام ہیں، اور بے شمار گنائے جا سکتے ہیں۔

ا۔ علامہ محمد کرد علی (متوفی ۱۹۵۳ء) بے حد افسوس و حسرت سے اپنی کتاب خطط الشام میں بیان کرتے ہیں:

"شام میں کتابوں پر جو مصائب نازل ہوئے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہوا کہ بعض یورپی ممالک مثلاً فرانس، جرمنی، برطانیہ، ہالینڈ اور روس نے سترہویں صدی سے ہمارا ورثہ جو مخطوطات کی شکل میں تھا، جمع کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے شام سے اپنے نمائندوں، قونصل خانوں کے ملازمین، مذہبی بشپوں اور تبلیغی مشنوں کے لوگوں کے ذریعے مخطوطات خریدے۔ جبکہ ہمارے لوگ، خاص طور پر دینی مدارس اور جامعات میں موجود جاہل حضرات جنہوں نے ان قیمتی جواہر پاروں کے مقابلے میں روپے پیسے کو ترجیح دی، ملی سرمایہ میں خیانت کرتے رہے، اور جو کچھ ان کے قبضے میں تھا وہ، اور جو وہ ادھر ادھر سے چوری کرتے رہے سب کچھ بیچتے رہے

مجھے ایک ثقہ ذریعہ سے پتہ لگا کہ کتابوں کے تاجروں میں سے ایک دمشق میں کچھ جگہوں پر قابض رہا، دینی مدارس اور جامعات میں کارپردازان کتب و مخطوطات سے یہ قیمتی جواہر نہایت ہی معمولی قیمتوں پر خریدتا رہا اور پھر یہ جواہر پارے شام میں موجود قونصل خانوں میں بیچتا رہا۔ یہ سلسلہ خرید و فروخت کئی سالوں تک جاری رہا، یوں اس کے ہاں کوئی سو کے قریب اہم ذخیرہ ہائے کتب جمع ہو گئے تھے، جو ان ممالک میں منتقل ہوگئے۔[۸۲]

(ہ) مغربی ممالک کے بعض متول گھرانے عجیب و غریب قسم کے شوق رکھتے ہیں، ان میں کتابیں جمع کرنے یا مخطوطات اکٹھے کرنے والے بھلے لوگ بھی ہیں۔ جو اگرچہ ان مخطوطات سے خود زیادہ استفادہ نہیں کرتے بلکہ دیگر حضرات ہی ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان کا یہ شوق انہیں اسلامی ممالک کی طرف، خاص طور پر مخطوطات کھینچ لائے۔ چنانچہ اس طرح انہوں نے نیلام عام اور خصوصی گماشتوں کی مدد سے بہت ہی خوبصورت نادر اور بیش قیمت مخطوطات اکٹھے کر لیے ہیں۔

ا۔ ایسے شائقین میں ائر لینڈ کے چیسٹر بیٹی (Chester Beatty) سرفہرست ہیں۔ انہوں نے بہت ہی عمدہ ذخیرہ جمع کیا۔ یہ صاحب ۱۹۱۳ء میں عمدہ مخطوطات کی تلاش میں قاہرہ جا کر بیٹھ گئے۔ قاہرہ ان دنوں مخطوطات، نوادرات اور آثار قدیمہ کے تحائف کا مرکز تھا۔ وہ اپنے گماشتوں اور تجار کی مدد سے کئی سال تک یہ نوادر جمع کرتے رہے۔ واپس ائر لینڈ جا کر بھی اپنے شوق کو نہیں بھولے، جس میں برٹش میوزیم کے کارکن ایڈورڈ ایڈورڈز کے علاوہ ایک آرمینیا کے تاجر اماسیار کیسیاں اور ایک یہودی ص.س یہودا بہت مدد کرتے رہے، حتیٰ کہ بعض اوقات نودرات مخطوطات کے پورے کے پورے خزانے خرید کر چیسٹر بیٹی تک پہنچاتے رہے۔(۸۳)

اس شخص نے اسلامی مخطوطات کا عظیم کتب خانہ قائم کیا جس میں پانچ ہزار سے زائد نسخے جمع ہیں، جن میں سینکڑوں بے حد خوبصورت کام کی بدولت، حیرت انگیز خطاطی اور بے حد ندرت کی بناء پر بے پناہ قدر و منزلت سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان میں اسلامی دنیا کے مشہور و معروف خطاط ابن البواب کے قلم کا شاہکار قرآن کریم کا نسخہ بھی موجود ہے۔

(و) عرب اور مسلم ممالک کے چند لالچی لوگوں کے ذریعے کئی مخطوطات مغربی و امریکی ممالک تک پہنچ گئے، جنہوں نے چند ٹکوں کی خاطر اپنے آباؤاجداد کے قیمتی جواہر پارے ان تک پہنچا دیے، مثلاً:

ا۔ شیخ امین بن حسن حلوانی مدنی جو حجاز کے باشندے تھے، بے حد نادر ۶۶۴ مخطوطات لے کر سن ۱۸۸۳ء میں ہالینڈ کے شہر لائیڈن اور امسٹرڈیم گئے۔ وہاں

یہ بیش قیمت مجموعہ خریداروں کو پیش کیا، جنہیں وہاں کے مستشرقین کے علاوہ مطبوعات کے بعض مشہور اداروں نے بھی خریدا جن میں E.J.Brill سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ رائل اکیڈمی کو بیچے، جو اب جامعہ لائیڈن میں منتقل ہوگئے ہیں۔

اسی شیخ نے اس کے علاوہ ایک اچھا خاصا مجموعہ مخطوطات، جو غالبًا ۵۰۰ نادر نسخوں پر مشتمل تھا، سن ۱۹۰۰ء میں کہیں سے حاصل کیا اور پھر پرنسٹن یونیورسٹی کو بیچا۔ بعدازاں اسی جامعہ نے اسی شخص کی وساطت سے یا دیگر حضرات کی مدد سے اس سے کہیں زیادہ مجموعہ مخطوطات جو پانچ ہزار تک پہنچتا ہے، ۱۹۰۴ء میں خریدا۔(۸۴)

۲۔ بیروت کے مراد البارودی (متوفی ۱۹۱۷ء) نے مخطوطات کا بے حد نادر مجموعہ جس کی تعداد ۶۰۰ تھی، جمع کیا۔ اپنی زندگی ہی میں مستشرقین کے ہاں فروخت کیا، جبکہ بقیہ حصہ اس کے ورثاء نے پرنسٹن یونیورسٹی کو بیچا۔ ان میں سے ۴۰۰ قیمتی نسخوں کا مجموعہ پرنسٹن یونیورسٹی تک پہنچا تھا۔(۸۵)

۳۔ رشید الدحداح (متوفی ۱۸۸۹ء) نے اپنی زندگی میں ایک بیش قیمت ذخیرہ مخطوطات جمع کیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد نے اس کا ایک حصہ سن ۱۹۱۲ء میں برلن بیچا، جبکہ باقی مخطوطات ییل یونیورسٹی نیوھیون امریکہ نے خرید کیا۔(۸۶)

۴۔ شیخ محمد امام منصوری جو علماء اُزہر میں سے تھے، ان کا کتب خانہ پورے کا پورا لائبریری آف کانگرس (واشنگٹن) کو بیچا گیا، اس میں ۱۵۴۶ عربی مخطوطات تھے۔(۸۷)

ان کے علاوہ بہت سے مخطوطات علماء و فضلاء کے گھروں سے تاجروں تک پہنچتے اور بکتے رہے۔

(ز) ھدیۃ دیئے گئے مخطوطات:

کئی ملکوں اور امیر لوگوں نے اپنے یورپی دوستوں اور کتب خانہ کو قیمتی مخطوطات ھدیۃ دیئے ہیں، جیسے مثلاً:

۱۔ جرمنی کے ایک ولی عہد سن ۱۸۹۸ء میں دمشق آیا۔ شہنشاہ گلیوم ثانی (۱۸۸۸ء-۱۹۴۱ء) کو خوش کرنے کے لیے سلطان عبدالحمید ثانی نے جامع اُموی میں موجود نوادرات کا ذخیرہ کھولا، جس میں بیش قیمت دیگر چیزوں کے علاوہ مخطوطات بھی نکلے۔ سلطان موصوف نے ان سے کچھ تو جرمن شہزادے کو ہدیۃ دے دیے، اور باقی آستانہ میں اہلکاران حکومت کو بخش دیے۔[۸۸]

۲۔ پیٹرک گریگوریوس چہارم، جو انطاکیہ اور سارے مشرق کا پیٹرک تھا، یہ ایک مرتبہ روس کی دعوت پر پٹرسبرگ گیا، وہ اپنے ساتھ عربی مخطوطات کا ایک اچھا خاصا مجموعہ لے کر گیا، جو اس نے روس کے شاہی خاندان کو ہدیۃً پیش کیا۔ اس مجموعے کی فہرست معروف مستشرق کراچکوفسکی نے ۱۹۲۷ء میں بنائی تھی۔[۸۹]

۳۔ موصل کے کارڈنیل اغناطیوس جبرائیل تپونی (متوفی ۱۹۶۸ء) نے ویٹیکن کے کتب خانے کو عربی مخطوطات کا ایک قابل قدر مجموعہ ہدیۃ پیش کیا تھا۔[۹۰]

۴۔ فادر پولس سباط نے مصر میں عربی مخطوطات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ جس کی فہرست بھی اس نے خود بنائی جو قاہرہ سے ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۴ء تک تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس عالم کے مرنے کے بعد یہ مجموعہ جو ۷۷۶ نفیس ترین مخطوطات پر مشتمل تھا سن ۱۹۶۵ء میں ویٹیکن کے کتب خانے میں جمع کرا دیا گیا۔[۹۱]

۵۔ فروج سلاطیان نے جو حلبی الاصل تھے قاہرہ میں ایک شخصی کتب خانہ قائم کیا تھا جس کی فہرست ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے ۱۹۶۵ء میں تیار کی تھی۔ ۱۲۶ مخطوطات کا نفیس اور اعلی یہ مجموعہ فروج سلاطیان نے آرمینیا کے ایک مقدس میسروب ماتشو طوتس کے میوزیم کو دے دیا تھا۔[۹۲]

(ح) بحری قزاقی کے نتیجے میں مخطوطات پر قبضہ:

۱۔ المغرب کے سلطان زیدان بن ملک أحمد المنصور السعدی نے ایک عظیم کتب خانہ جمع کیا تھا جسے کئی کشتیوں پر لاد کر اغادیر کی طرف سوس لے جانے کے لیے سمندری راستہ اختیار کیا گیا۔ یہ ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء کا واقعہ ہے۔ عین سمندر کے وسط میں ہسپانوی بحری بیڑا ادھر

آ نکلا، اور اس نے ان کشتیوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر ان کا رخ اسپین کی طرف موڑ لیا گیا۔ تین چار ہزار نفیس ترین مغربی، اندلسی اور مشرقی خطوط میں لکھا ہوا یہ مجموعہ اس قبضے کے بعد اسکوریال کے محل میں رکھ لیا گیا جو آج تک وہیں ہے اور اسے مہذب دنیا واپس کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔(۹۳)

(ط) راہب، دینی مشن اور مذہبی پوپ وغیرہ کے ذریعے حاصل کردہ مخطوطات:

ان لوگوں کے گروہ بھی مخطوطات کو اسلامی ممالک سے سمگل کرنے میں بہت متحرک رہے ہیں، جیسے مثلاً:

۱۔ سن ۱۷۱۵ھ میں گیارہویں بابا اقلیمس نے ایک لبنانی راہب یوسف السمعانی (متوفی ۱۷۶۸ء) کو روم سے مخطوطات کے حصول کے لیے بھیجا۔ یہ صاحب عرب ممالک میں دمشق، حلب، القدس کے علاوہ شام کے کئی شہروں میں گھوما پھر اس کے بعد وہ لبنان اور مصر بھی مخطوطات کے بڑے بڑے خزائن کی تلاش میں پھرتا رہا۔ اس طویل سفر میں اس نے بے شمار نادر عربی، سریانی اور قبطی مخطوطات اکٹھے کیے، پھر ان کو تین بڑی کشتیوں میں بھر کر واپس روم لے گیا۔ یہ صاحب ویٹیکن لائبریری کے کارپردازان میں سے تھے۔(۹۴) ان کی بنائی ہوئی وہاں کی فہرست کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

۲۔ اسی بابا اقلیمس نے ۱۷۱۹ء میں ایک مارونی کاہن انڈرس الیکسنڈر نامی مخطوطات کے حصول کے لیے عرب ممالک میں ارسال کیا، جس نے کافی عربی مخطوطات حاصل کیے۔(۹۵)

(ی) تجار اور گماشتے:

کتابوں اور مخطوطات کی تجارت بہت نفع بخش کاروبار ہے، پہلے بھی اور اب بھی۔ کئی ایسے حضرات ہمارے ہاں موجود ہیں جو یورپی ممالک کے لیے نوادرات، مخطوطات اور اہمیت کی چیزیں خرید کر ان تک پہنچانے میں یدطولی رکھتے ہیں۔ ان میں درج ذیل حالیہ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ سن ۱۹۴۲ء میں پرنسٹن یونیورسٹی نے ایک بغدادی یہودی تاجر سے ایک سودا کیا

جس کے تحت اس یونیورسٹی نے ۶۰۰۰ مخطوطات ایک ہی دفعہ اس سے حاصل کیے اور ۲۷ ہزار امریکی ڈالر ادا کیے۔ اس یہودی نے مشرق وسطی کے تقریباً سبھی ممالک میں سے یہ مخطوطات جمع کر رکھے تھے۔(۹۶)

۲۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک اطالوی تاجر یمن میں عرصہ تک رہائش پذیر رہا۔ وہ سستے سامان کے بدلے مخطوطات لیا کرتا تھا، اس کاروبار میں اس کے پاس کئی ہزار مخطوطات جمع ہو گئے تھے، جو اس نے اٹلی کے مشہور کتب خانہ امبروزیانہ جو میلانو میں ہے، دے دیے تھے۔(۹۷)

-- ۶ --

یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ میں ے جمع شدہ یہ سرمایہ ایک خوشگوار انقلاب لایا چنانچہ اس کی تحریک احیاء (Renaissance) میں علوم و فنون کے ان پاروں نے ایک لاثانی کردار ادا کیا، جس کے اہل یورپ خود بھی معترف ہیں۔(۹۸) اس امر کو کسی قدر تفصیل سے ڈاکٹر فواد سیزگین نے اپنے خطبات میں ذکر کیا ہے، بلکہ انہوں نے ایک خطبہ تو صرف "عربی و اسلامی علوم کا یورپ کی تحریک احیاء پر اثر" کے عنوان سے دیا ہے۔(۹۹)

آخر میں اس امر کو ماننا پڑے گا کہ اگرچہ یہ ورثہ مذکورہ بالا ممالک میں منتقل ہوا، چاہے کسی طرح ہی سہی، مگر علم کے ان جواہر پاروں کے حق میں ایک حد تک بہتر ہی ہوا، الخیر فیما وقع۔ ان ممالک میں ان کتابوں کی بہتر طریقے سے حفاظت، ان کی طرف خصوصی توجہ، ان میں سے پھٹے پرانے حصوں کی مرمت، بہتر جلدیں، کیڑوں سے محفوظ کرنے کے لیے ادویات کا استعمال، ان کی فہارس، ان سے بہتر استفادہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان سے ان مخطوطات کی نقول کا بہترنہیں بہترین انتظام ہونے کے ناطے، یہاں سے کئی درجے عمدہ پوزیشن میں ہیں۔(۱۰۰) اپنے ہاں کی بدحالی، بدانتظامی اور یہاں پڑے ہوئے ان خطی نسخوں کی طرف بے توجہی، بلکہ سراسر بے دھیانی کا رونا رو کر آپ کا دل مزید نہیں دکھاؤں گا۔

اس کی حفاظت کے لیے کوئی پروگرام بننا چاہیے۔ ہمارے اپنے ملک میں کئی مقامات ایسے ہیں جن میں خطی نسخے توجہ کے طالب ہیں۔ اس ضمن میں ہمارے پڑوسی ملک

ہندوستان نے ایک جامع پروگرام قومی کمیشن کی صورت میں بنایا ہے جس کے تحت وہ اپنے ہاں موجود اس قیمتی متاع کو بچانے کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے، کہ ہندوستان میں موجود مخطوطات کافی حد تک محفوظ و مصون حالت میں ہیں۔ متذکرہ بالا کمیشن دیگر امور کے ساتھ سب سے پہلے ان مخطوطات کی یونین کیٹلاگ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جس میں کنوینر کی ذمہ داری پٹنہ کی خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری کو سونپی گئی ہے۔[۱۰۱]

ہمیں بھی اس طرف توجہ دینی چاہیے اور اسی انداز میں ہمیں بھی ایک قومی سطح پر کمیشن قائم کرنا چاہیے۔

حوالہ جات، حواشی اور مصادر

۱۔ بانگ درا (خطاب بانوجوانان مسلم)
۲۔ مراکز دراسات و تحقیق التراث القومی و نشرہ بجمہوریۃ مصر العربیۃ، مجلۃ المورد، جلد ۵ عدد ۱، ص ۱۸۲۔
۳۔ ہمارے علمی ورثے کی بربادی۔ فکر و نظر (اسلام آباد)، جلد ۱۰ (۱۹۷۳ء)، ص ۷۱۴-۷۳۰
۴۔ النجوم الزاھرۃ: ج ۷، ص ۵۱۔
۵۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین ۲/۱۰۰۳، نیز دیکھیے ہمارے علمی ورثہ کی بربادی، محولہ بالا ص ۷۱۶
۶۔ خولیان ریبیرا (Julian Ribera- 1934)، Bibliofilos y Bibliotecas en la Espana Musulmana اردو ترجمہ از احمد خان: اسلامی اندلس میں کتب خانے اور شائقین کتب، ص ۳
۷۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین، ۳/۱۰۲۰۔
۸۔ مصاحف صنعاء (الکویت: دار الآثار الاسلامیۃ، ۱۴۰۵ھ)، ص ۵، مخطوطات صنعاء، CD-Rom تیار کردہ UNESCO، بواسطہ Ritsec قاہرہ، ۱۹۹۴ء۔
۹۔ لمحات عن تجاربی الفکریۃ، ص ۲۹
۱۰۔ مصاعب نقل و حفظ التراث العلمی العربی، ص ۳۲
۱۱۔ احیاء التراث العربی، منہج و موقف، ص ۸۹
۱۲۔ تراثنا الفکری، شونہ و شجونہ، المجلۃ الثقافیۃ، عدد ۶ ص ۶۲
۱۳۔ المخطوطات العربیۃ و مناہج تحقیقھا، ص ۳
۱۴۔ ان کے لیے دیکھیے:
M.Steinschneider (1816-1897):The Arabic Literature of the Jews.

Germany,1902; G.Graf(1875-1955): History of Christian Arabic Literature. Germany,1944-1953, in 5 vol.

۱۵۔ المخطوطات العربیۃ فی دورالکتب الامریکیۃ، مجلہ سومر، عدد۷ ص ۲۳۷

۱۶۔ Oriental Mss in Europe and North America: A survey, p.95

۱۷۔ فہارس المخطوطات العربیۃ فی العالم، کتاب کا مقدمہ (یہ کتاب روسی زبان میں ہے)

۱۸۔ قواعد فہرستہ المخطوطات العربیہ، ص ۴۱-۴۴

۱۹۔ فہارس المکتبۃ العربیۃ بالخافقین، مقدمہ

۲۰۔ George Vajda: Repertoir des catalogues et Inventaires des Mss Arabes. Paris, 1949.

۲۱۔ اوپر دیکھیے حوالہ نمبر ۱۷

۲۲۔ بہتر تو یہ تھا کہ یہ فہارس اپنی اصلی زبانوں میں اپنی مکمل کتابیاتی معلومات کے ساتھ درج کی جاتیں، مگر اصل زبانوں کے حروف میں طباعت یہاں مشکل ہونے کے علاوہ مضمون کے بوجھل ہونے کے اندیشے کے تحت صرف حوالہ تک ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

۲۳۔ أهمیۃ المخطوطات الاسلامیۃ، أعمال المؤتمر الافتتاحی لمؤسسۃ الفرقان للتراث الاسلامی، ص ۱۰۲

۲۴۔ فہارس المخطوطات العربیۃ فی العالم، ۱۱۹/۱

۲۵۔ ایضاً ، ۱۲۳/۱

۲۶۔ ایضاً ، ۲۷۶/۲

۲۷۔ ایضاً، ۲۷۷/۲۔

۲۸۔ ایضاً، ۲۷۷/۲

۲۹۔ Arabic Language Collection in British Library, p.15.

۲۹(الف)۔ ایضاً

۳۰۔ فہارس المخطوطات العربیۃ فی العالم ، ۲۸۵/۲

۳۱۔ ایضاً، ۲۶۲/۲

۳۲۔ ایضاً ، ۲۶۲/۲

۳۳۔ ایضاً، ۲۶۳/۲

۳۴۔ ایضاً ، ۲۷۱/۲

۳۵۔ ایضاً، ۲۷۱/۲

۳۶۔ ایضاً، ۲۷۱/۲

۳۷۔ A.J.Arberry: Chester Beatty Library: a handlist of Arabic Manuscripts. Dublin, 1955-1964. 7 vols.

۳۸۔ فہارس المخطوطات العربیۃ فی العالم، ۱۲۴/۲
۳۹۔ ایضاً، ۱۲۵/۲
۴۰۔ ایضاً، ۱۲۹/۲
۴۱۔ ایضاً، ۱۲۶/۲
۴۲۔ ایضاً، ۲۵۳/۱-۲۵۵
۴۳۔ ایضاً، ۲۶۶/۱
۴۴۔ ایضاً، ۱۱۰/۲
۴۵۔ ایضاً، ۱۱۰/۲
۴۶۔ ایضاً، ۱۱۱/۲
۴۷۔ ایضاً، ۱۱۴/۲-۱۱۵
۴۸۔ W.Ahlwardt:VAH، تفصیل فہرست مصادر میں دیکھیں۔
۴۹۔ فہارس المخطوطات العربیہ فی العالم، ۱۷۱/۱-۱۷۲
۵۰۔ ایضاً، ۲۳۳/۲
۵۱۔ ایضاً، ۲۳۳/۲-۲۳۴
۵۲۔ ایضاً، ۳۳۶/۲
۵۳۔ ایضاً، ۱۳۴/۱
۵۴۔ ایضاً، ۱۳۵/۱
۵۵۔ ایضاً، ۱۳۵/۱
۵۶۔ J.D.Pearson: Oriental Manuscripts in Europe and North America: a survey. Suitzerland, 1971. p.321-340
۵۷۔ فہارس المخطوطات العربیہ فی العالم ۳۴۲/۲
۵۸۔ ایضاً، ۳۴۵/۲
۵۹۔ ایضاً، ۳۴۸/۲
۶۰۔ ایضاً، ۳۶۴/۲
۶۱۔ فہرس المخطوطات العربیۃ فی مکتبۃ الکونفرس، ص۵
۶۲۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین، ۱۰۰۳/۳
۶۳۔ "The damage suffered by the manuscripts of Muslim Spain provides perhaps the clearest example of this, for although Andalusian scholars produced a vast number of written works, the majority of them are no longer extant". The Codicology of Islamic Mss. p.103
۶۴۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین، ۲۱۹/۱

۶۵۔ Pearson. J.D. Oriental Manuscripts, p.298
۶۶۔ المخطوطات العربیۃ، مراکزھا، فھارسھا ولوائحھا، مجلۃ المورد، جلد ۱۵، عدد۲، ص۱۵۱
۶۷۔ ملاحظات حول الخزائن المخطوطۃ فی تونس والجزائر والمغرب، مجلۃ المورد، جلد ۳ عدد۴، ص ۲۹۹۔
۶۸۔ ایضاً
۶۹۔ تقریر عن المخطوطات فی الجزائر وأماکن تواجدھا، مجلّہ المورد،جلد ۵، عدد ۱، ص ۴۲
۷۰۔ تغریب التراث العربی، ۱۹-۲۰
۷۱۔ خزائن الکتب العربیہ فی الخافقین، ۶۳۰/۲، ۷۵۶
۷۲۔ Kratchkovsky: Among Arabic Manuscripts صرف مخطوطات کے بارے میں ہی ہے۔ اور ایسے واقعات سے پر ہے۔
۷۳۔ المستشرقون، جلد ۲، ص۷۹۷-۷۹۶
۷۴۔ صفحات من تاریخ مکۃ، ہر دو جلدیں
۷۵۔ Rudi Paret: The Study of Arabic and Islam, p.40
۷۶۔ ایضاً
۷۷۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین، ۶۲۷/۲
۷۸۔ ایضاً، ۶۲۷/۲
۷۹۔ J.D.Pearson: Oriental Manuscripts in Europe, p.299
۸۰۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین، ۵۸۶/۲
۸۱۔ Rudi Paret: The study of Arabic and Islam, p.40
۸۲۔ خطط الشام: ۱۹۸/۶-۱۹۹
۸۳۔ تغریب التراث العربی: ۱۴
۸۴۔ فہارس المخطوطات العربیۃ، مجلۃ الدارۃ، س ۵، عدد۳، ص ۲۲۳
۸۵۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین، ۷۸۶/۲
۸۶۔ ایضاً ، ۶۰۴/۲
۸۷۔ فہرس المخطوطات العربیۃ فی مکتبۃ الکونغرس، ص ۵
۸۸۔ خطط الشام: ۱۹۹/۶-۲۰۰
۸۹۔ فہارس المخطوطات العربیۃ فی العالم: ۱۱۷/۱، Among Arabic Mss, p.36
۹۰۔ فہارس المخطوطات العربیۃ خارج الوطن العربی، مجلۃ المورد، جلد ۵، عدد ۱، ص ۲۰۱
۹۱۔ ایضاً، ص ۲۰۰
۹۲۔ ایضاً ، ص ۱۷۵
۹۳۔ رحلۃ الوزیر فی افتکاک الأسیر: ص ۵۷ اور اس کے بعد۔

۹۴۔ خزائن الکتب العربیۃ فی الخافقین ۱۰۳۶/۳

۹۵۔ ایضاً، ۵۸۰/۲

۹۶۔ میرے جاننے والے صاحب علم و فضل (ابھی حیات ہیں، ان کا نام لینا یہاں مناسب نہیں) ان کا کاروبار آج کل مخطوطات کا حصول اور ان کو مہنگے داموں باہر کے ملکوں میں بیچنا ہے، عرب ممالک تو خیر کوئی بات نہیں، کئی مرتبہ ہانگ کانگ اور سنگاپور اسی غرض سے جا چکے ہیں۔ باوجود اس کے کہ نوادرات کا ملک سے باہر نکلنا خلاف قانون ہے، حیرت ہے کسٹم والے انہیں کیسے اجازت دے دیتے ہیں۔ ہر مرتبہ اچھے خاصے مخطوطات ملک سے باہر لے جاتے ہیں اور بیچ آتے ہیں۔ یہ عمل ان کی ذات کے لیے تو فائدہ مند ہے مگر ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔

۹۷۔ مجلۃ المجمع العلمی العربی بدمشق مجلد ۳۸۲/۵-۳۸۳ (۱۹۲۵ء)، فہرس المخطوطات العربیۃ فی العالم ۲۵۳/۱-۲۵۴

۹۸۔ اس کے لیے دیکھیے سارٹن کی کتاب History of Sciences، ہونکہ کی کتاب فضل العرب علی الغرب۔ لی بان کی الحضارۃ الاسلامیۃ۔

۹۹۔ ڈاکٹر فواد سیزگین، تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام، اردو ترجمہ از ڈاکٹر خورشید رضوی: ۱۴۹-۱۷۰، مزید دیکھیے اسی کتاب میں: عربوں کے علم الفلک کا یورپ پر اثر۔

۱۰۰۔ اس متاع بے بہا کے نام نہاد "وارثین" کا یہ حال ہے کہ اگر کسی مخطوطے کی نقل کے لیے درخواست دی جائے تو جواب تک نہیں ملتا، اس کی نقل مہیا کرنا تو دور کی بات ہے۔ جبکہ یورپین ممالک کے یہ بڑے بڑے کتب خانے، کسی کتاب کی فوٹو طلب کرنے پر نہ صرف اس کی فوٹو دے دیتے ہیں بلکہ یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس خاص نسخے کی نقل فلاں فلاں عالم بھی حاصل کر چکا ہے، تاکہ طلب کرنے والے کے علم میں یہ بھی رہے۔ یہاں ایک سرکاری ادارے میں میں نے ایک مخطوطہ کی فوٹو لینا چاہی تو صاف انکار ہوگیا۔ ان کی اتنی منت سماجت کی کہ پتھر بھی پگھل جائے مگر ان پر ذرہ بھر اثر نہ ہوا۔ اللہ ان سب کو ہدایت دے۔

۱۰۱۔ خدابخش لائبریری جرنل، پٹنہ، نمبر ۱۱۷، ص دس تا بارہ۔